ہیں جنھوں نے ۵۰ سال قبل اس طرف نشان دہی کی تھی۔

ڈاکٹر آلان گٹ میچر (Dr. Alan Ghttmacher) نے جو پاپولیشن کونسل کے اساسی ارکان سے تھے، ۳۰ سال قبل ایک انٹرویو میں مشورہ دیا تھا کہ: اگر آپ آبادی کم (curb) کرنا چاہتے ہیں تو یہ نہایت ضروری ہے کہ اس کام کو "کم بخت امریکی" (damned yankee) کے بجائے اقوام متحدہ کے ذریعے کیا جائے کیونکہ پھر یہ نسل کشی نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر امریکہ کسی سیاہ فام یا زرد فام کو کہتا ہے کہ شرح پیدایش کم کرو تو فوری طور پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس میں درپردہ سفید فام کو دنیا میں غالب کرنے کا محرک پوشیدہ ہے۔ اگر آپ اقوام متحدہ کی کثیر رنگ فوج کسی صورت میں بھجوا سکتے ہیں تو آپ بہت بہتر نتیجہ حاصل کر سکیں گے۔

۱۹۶۵ وہ سال ہے جب امریکہ کے آبادی کے پروگرام میں ایک واضح تبدیلی دیکھنے میں آئی۔ اس سال کانگرس نے بیرونی امداد بجٹ سے کچھ رقم خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کے فروغ کے لیے مختص کی۔ اس مد میں رقم کا تناسب ہر سال نمایاں طور پر بڑھتا چلا گیا۔ نومبر ۱۹۶۷ میں جب کہ یو ایس ایڈ پاپولیشن پروگرام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا، ایک حکم (directive) جاری کیا گیا جس میں خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کو صحیح خطوط پر آگے بڑھانے کے علاوہ اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ اس پروگرام کو بالخصوص ان لوگوں میں مقبول بنانا ہے جو خاندانی منصوبہ بندی میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں رکھتے۔ ۱۹۷۶ میں یو ایس ایڈ کے ریویو پینل برائے ایشیا فاؤنڈیشن کی رپورٹ میں واضح طور پر اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ ایشیا فاؤنڈیشن جب سی آئی اے کے لیے کام کر رہی تھی تو خاندانی منصوبہ بندی اس کے ایجنڈے کا ایک حصہ تھا۔ رپورٹ کے مطابق فاؤنڈیشن کا اہم ترین مقصد بیرون ایشیا سے ایسے نئے تصورات کو متعارف کروانا تھا، جو سماجی ڈھانچے اور معاشرتی طاقتوں کو متاثر کر سکتے ہوں۔

اس مقصد کے لیے فاؤنڈیشن مختلف مقامی تنظیموں سے مل کر، انفرادی اور اجتماعی سطح پر، ایشیائی لوگوں میں خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق معلومات اور مختلف طریقوں کو عام کرنے کے لیے کام کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ایشیائی ممالک کی قیادت پر بھی اثرانداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے ممالک میں اس پروگرام میں ان سے تعاون کریں۔ مختلف پروگرام، مطالعاتی دورے، پرائیویٹ ریڈیو اور ٹیلی وژن، ہر طرح کا لٹریچر، اشتہارات، سلائیڈز اور دیگر ذرائع ابلاغ کو فاؤنڈیشن اپنے مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرتی ہے۔ اس کے علاوہ خاندانی منصوبہ بندی کے لیے گولیاں اور دیگر اشیا کی عام فراہمی بھی ان کے مقاصد میں شامل ہے۔ یہ ادارہ ایسے تحقیقی منصوبوں کو بھی امداد فراہم کرتا ہے جن کا مقصد خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کے فروغ پر تحقیق کرنا ہوتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج امریکی باشندوں کے ٹیکس کا ایک بڑا حصہ آبادی کی تحدید کے عالمی پروگرام

کی نذر ہو رہا ہے۔ واشنگٹن کی بیورو کریسی کی زبان میں اسے طلب پیدا کرنے والا (demand generating) پروگرام کہا جاتا ہے۔ اس پروگرام کے تحت عالمی سطح پر مختلف حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔

ایک' یہ کہ امداد کا بڑا حصہ خاندانی منصوبہ بندی کے پروپیگنڈے پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ ممالک جہاں خاندانی منصوبہ بندی کے مغربی طریقوں کو شرم ناک سمجھا جاتا ہے اور مذہبی یا روایتی طور پر ان کی مخالفت پائی جاتی ہے' خفیہ طور پر ریڈیو اور ٹیلی وژن سے تعاون کیا جائے۔ مختلف پروگراموں میں ایسی شخصیات کو پیش کیا جاتا ہے جو خاندانی منصوبہ بندی کے حق میں رائے عامہ ہموار کر سکیں۔ کھلے عام پروپیگنڈے کے نتیجے میں شدید ردعمل سامنے آنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ موثر ابلاغ کی حکمت عملی کے حوالے سے اپنایا جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ مقامی تنظیموں کا قیام اور ان کے ذریعے اہداف کا حصول ہے جسے constituency building کہا جاتا ہے۔ ان تنظیموں کی یو ایس ایڈ کے تحت اور دیگر غیر ملکی ذرائع سے امداد کی جاتی ہے۔ ان تنظیموں کا مقصد خاندانی منصوبہ بندی مراکز چلانا' اور قانونی تبدیلیوں کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔ یہ بنیادی طور پر مغربی ممالک اور ان کے ٹھیکے داروں کے نمایندوں کا کردار ادا کرتی ہیں۔ اس طرح سے خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام اور مغربی ممالک جو اس کی پشت پناہی کرتے ہیں' براہ راست تنقید سے بچ جاتے ہیں۔ یوں بالواسطہ اپنے مقاصد کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرا طریقہ پالیسی اختیار کرنے (policy development) کا ہے جس کے تحت سربراہان مملکت اور وزارتوں پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ شرح آبادی کو کم کرنے کے لیے پالیسی اپنائیں اور اقدامات اٹھائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے عام طور پر ترقی پذیر ممالک پر قرضوں یا مخصوص امداد کا حصول' یا قرضوں اور سود میں رعایت جیسے حربے بطور دباؤ استعمال کیے جاتے ہیں۔ جب ایک ملک ان شرائط کو تسلیم کر لیتا ہے تو پھر خاندانی منصوبہ بندی کا یہ پروگرام سرکاری سرپرستی میں چلنے لگتا ہے۔ پھر یہ موقف اپنایا جاتا ہے کہ متعلقہ ممالک نے خاندانی منصوبہ بندی کے لیے ان سے تعاون کی درخواست کی ہے۔

عالمی سطح پر آبادی کی تحدید کا پروگرام اس وقت تک محض ایک نظریہ ہی تھا جب تک یو ایس ایڈ کے تحت اسے مالی معاونت فراہم نہیں کی گئی۔ ابتدا میں جنوب کے علاقوں میں تحدید آبادی کے پروگرام کے لیے بجٹ سے ایک ملین ڈالر مختص کیے گئے۔ ۱۹۸۰ تک پانچ ارب ڈالر سالانہ اس پروگرام کے لیے مختص کیے گئے۔ امداد کی فراہمی کا ایک ذریعہ یورپی ممالک' ایجنسیاں اور بڑا ذریعہ امریکی کنٹرول کے تحت عالمی بنک ہے' جب کہ ان اعداد و شمار میں امریکی کارپوریشنوں اور فاؤنڈیشنوں کے اربوں ڈالر شامل نہیں ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی آبادی کو کم کرنے کے لیے مغرب کتنا وافر سرمایہ کھپا رہا ہے۔

جنوری ۱۹۹۱ میں راک فیلر پاپولیشن کونسل نے ایک پریس ریلیز جاری کیا جس کے مطابق anti-natalist مہم کے تحت ترقی پذیر ممالک میں ۴۰۰ ملین سے زائد بچوں کی پیدائش روکنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ان کے اندازے کے مطابق اگلی صدی کے اختتام تک ترقی پذیر دنیا کی آبادی ۲.۲ ارب تک کم ہو جائے گی۔ دوسری طرف کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ ایسا ممکن ہونا مشکل ہے اس لیے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف ردعمل بھی سامنے آ رہا ہے۔ امریکہ میں خارجہ پالیسی بنانے والے افراد میں سے کچھ کو امریکہ کے آبادی کی تحدید اور ابھرنے والی طاقتوں کے نئے بلاک کی تعمیر کے روکنے کے پروگرام میں غیر معمولی کردار پر تشویش ہے۔ ان کے خیال میں امریکہ کی مکمل عالمی بالادستی اور واحد طاقت ہونے کے خدشے سے نئی طاقتوں کے ظہور پذیر ہونے کا عمل غیر معمولی طور پر تیز تر ہو سکتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ۵۰ سال قبل ماہر آبادیات الفریڈ سووے نے عالمی سطح پر آبادی کی تحدید کے پروگرام پر مغرب کے خلاف جس عالمی ردعمل کے خدشے کا اظہار کیا تھا' وہ پیش گوئی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔ آج دنیا کے ۹۸ فی صد بچے ایشیا' افریقہ' عالم عرب اور لاطینی امریکہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اس بات کا انکشاف یو ایس ایڈ کے تحت ایک ایجنسی نے دو سال قبل ایک پریس ریلیز میں کیا تھا۔ یہ اعداد و شمار دنیا کے بدلتے ہوئے توازن کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں۔

اہل مغرب نے دنیا پر غلبے کے لیے تحدید آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے درحقیقت اسلام کو مغلوب کرنے کے لیے جو چال چلی تھی وہ آج انھی کے لیے وبال جان بن گئی ہے۔ آج مسلمان دنیا کی سب سے بڑی آبادی اور ایک عالمی جغرافیائی بلاک بنانے کی پوزیشن میں ہیں۔ مغرب کے مقابلے میں مسلم نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ابھر کر سامنے آ رہی ہے۔ جذبہ جہاد آج ایک حقیقت ہے۔ کل کے مقابلے میں آج کئی نئے محاذوں پر مسلمان مصروف جہاد ہیں اور اپنی جان و مال کی قربانیوں سے اپنے عزائم و ولولوں کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ اسلامی تحریکیں عالمی سطح پر اپنا وجود تسلیم کروا رہی ہیں اور متبادل قیادت کے لیے آگے بڑھتی نظر آتی ہیں' جب کہ مغرب کا سحر ٹوٹتا اور غلبہ گھٹتا نظر آتا ہے۔

آج جہاں آبادی کی تحدید اور خاندانی منصوبہ بندی کا نظریہ مجموعی طور پر اپنے نتائج کے لحاظ سے ناکامی سے دوچار ہے' وہاں یہ اسلام کی حقانیت کی بھی ایک دلیل ہے کہ خدا ہی وہ ہستی ہے جو کائنات کا نظام چلا رہی ہے' اور وہی ایک ذات ہے جو نقائص سے پاک اور صحیح نظام زندگی انسانیت کو عطا کر سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن ہی وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے (ماخوذ: امپیکٹ' لندن' جولائی ۱۹۹۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص کسی ظالم کو ظالم جانتے ہوئے اس کا ساتھ دے وہ اسلام سے نکل گیا۔

ہفت روزہ

فرائیڈے اسپیشل

تازہ بہ تازہ، نو بہ نو مسائل و معاملات کی خبر لئے ہوئے،

نقد و نظر، تجزیہ و تبصرہ کے ساتھ ———

ہر جمعہ کو کراچی سے شائع ہوتا ہے!

پاکستان، عالم اسلام، مظلومین جہاں .... سب کی بات، سب کا تذکرہ

اسی کا نام فرائیڈے اسپیشل ہے

ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل

قیمت دس روپے

پاکستان بھر میں کہیں بھی منگوانے کے لئے عام ڈاک سے =/550 روپے اور

رجسٹرڈ ڈاک سے =/1000 روپے زر سالانہ ارسال فرمائیے

اور گھر بیٹھے سال بھر فرائیڈے اسپیشل حاصل کیجئے---!!!

Weekly **Friday Special**

Circulation Deptt.

Eveready Chambers, I.I. Chundrigar Road, Karachi-74200, Pakistan

Tel: (92-21)-2630391~4, Fax:2632102, E-mail: fridayspecial@hotmail.com

تیونس میں اسلام کی حالت زار

محمد ظہیرالدین بھٹی

شمالی افریقہ (جسے مغرب بھی کہا جاتا ہے) کے ایک اہم ملک تیونس میں ۲۴ اکتوبر کو عام اور صدارتی انتخابات ہونا ہیں' جس کے نتائج حسب توقع ہونا یقینی ہیں۔ صدر زید بن علی کو گزشتہ صدارتی انتخاب (مارچ ۱۹۹۴) میں ۹۹ فی صد ووٹ ملے تھے۔ عرب دنیا کے حکمرانوں کے مقبول ہونے کی فی صد عموماً یہی ہے۔ گذشتہ دنوں حسنی مبارک بھی مصر میں اس فارمولے کے مطابق تیسری دفعہ صدر منتخب ہوئے ہیں۔ بن علی نے اس دفعہ دوسرے امیدوار کھڑے ہونے کی گنجایش دی ہے' کچھ افراد نے کاغذات جمع کروائے ہیں' النہضہ الاسلامیہ نے بھی ڈماکریٹک پارٹی کے سید مواعدہ کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ پارلیمنٹ کے لیے ۱۸۲ نشستوں کا انتخاب ہو گا۔ کل ۳۵ لاکھ ووٹر ہیں۔

آزادی کے بعد پہلے صدر حبیب بورقیبہ نے ۳۰ سالہ عہد حکومت میں کمال اتاترک کے نقش قدم پر چلتے ہوئے (معلوم نہیں نئے حکمرانوں کو اتاترک کیوں پسند ہوتا ہے!) اسلامی تہذیب و تمدن کے مرکز اس ملک کو سیکولر خطوط میں ڈھالنے کے لیے ہر طرح کے اقدامات کیے۔ بالآخر ۱۹۸۷ میں زید بن علی نے انھیں برطرف کر کے اقتدار سنبھالا۔ بن علی سے ابتدا میں اچھی توقعات تھیں لیکن پھر سب کچھ اسی طرح ہونے لگا۔ اسلامی تحریک کے افراد مظالم کا شکار ہوئے۔ آج بھی ہزاروں کارکن مرد اور عورتیں جیل میں ہیں۔ تحریک کے رہنما راشد الغنوشی جلاوطن ہیں۔ انسانی حقوق مفقود ہیں لیکن جمہوریت کا لبادہ اوڑھے رکھنے کے لیے انتخابات کا ڈراما شاید مجبوری ہے۔ لیکن جمہوریت کی عملی شکل ریاستی طاقت سے عوام کو کچلنا' اور ان کی مرضی کے خلاف حکومت سے چپٹے رہنا ہے۔ آیئے دیکھیں کہ مسلمانوں کی ۹۵ لاکھ آبادی کے اس ملک کے شہریوں کے ساتھ ان کے مسلمان حکمرانوں نے کیا کچھ کیا ہے۔

تیونس ۲۰ مارچ ۱۹۵۶ کو فرانسیسی تسلط سے آزاد ہوا۔ ۱۳ اگست ۱۹۵۶ کو سرکاری ضابطہ قوانین جاری ہوا جس پر عمل در آمد یکم جنوری ۱۹۵۷ سے شروع ہوا۔ اس ضابطے کے زیادہ تر قوانین شریعت اسلامی کے بالکل مخالف و متضاد بلکہ اس سے متصادم ہیں۔ آزادی کے بعد سے اسلام' تیونس میں سخت دباؤ اور

مظلومیت کا شکار چلا آ رہا ہے۔ اب تو اسلام کے اصول و فروع' احکام و اخلاق اور آداب سب کچھ شدید خطرے سے دوچار ہیں۔ یہاں پر شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ **شرعی عدالتوں کا خاتمہ اور واحد عدالتی نظام:** پورے ملک میں شرعی عدالتوں کی تنسیخ کا کام آزادی کے بعد ہوا۔ انھیں عام عدالتوں میں ضم کر دیا گیا۔

۲۔ **جامعہ الزیتونہ کے اسلامی تشخص کا خاتمہ:** جامعہ الزیتونہ کا شمار عالم اسلام کی قدیم ترین اسلامی یونی ورسٹیوں میں ہوتا ہے' اسے اموی گورنر عبداللہ بن الحجاب نے ۱۱۴ھ (۷۳۲ء) میں تعمیر کروایا تھا۔ یہ جامعہ پورے شمالی افریقہ میں اسلام اور عربی زبان کی حفاظت کا قلعہ رہی ہے۔ مگر اب اس کا اسلامی تشخص ختم کر دیا گیا ہے' مخلوط تعلیم رائج ہے' جمعہ کے بجائے اتوار کے دن چھٹی ہوتی ہے' اور موسیقی اور سرود کے کلبوں میں نمایندگی کی جاتی ہے۔ اس کا اپنا ایک ریڈیو اسٹیشن ہے جہاں سے جامعہ میں گانے نشر کیے جاتے ہیں۔ طالبات کے دوڑ کے مقابلے مردوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ گانے بجانے کی محفلوں کے لیے گلوکار مردوں اور عورتوں کو باقاعدہ مدعو کیا جاتا ہے۔ رمضان میں بھی یہ پروگرام ہوتے ہیں اور ان محفلوں میں شرکت کی دعوت ادارے کے ڈائریکٹر کی طرف سے دی جاتی ہے۔ جامعہ میں 'طلبہ کی تعداد' فرانسیسی قبضہ کے عہد میں ۳۰ ہزار سے زیادہ ہوتی تھی مگر اب آزادی کے دور میں کل تعداد ۱۵ ہزار ہے۔ ان میں سے ۸۵ فی صد طالبات ہیں' جن کے لیے بے حجاب ہونا لازمی ہے' نیز جامعہ کے اندر موجود تیراکی کے تالاب میں' تیراکی کا مخصوص لباس زیب تن کر کے نہانا لازم ہے۔

۳۔ **شرعی اوقاف کا خاتمہ:** جامعہ زیتونہ کے طلبہ اور علما کے لیے وقف کردہ تمام شرعی اوقاف ضبط کر لیے گئے ہیں۔ اسی طرح ملک کی دیگر تمام مساجد اور خیراتی اداروں کے تمام اوقاف "زمینیں' جایدادیں" ختم کر دی گئی ہیں۔ کئی چھوٹی مسجدوں کو گوداموں میں اور سٹوروں میں بدل دیا گیا ہے۔

۴۔ **رمضان کے روزوں پر پابندی:** حکومت تیونس رمضان کے روزے رکھنے کو بہ نظر ناپسندیدگی دیکھتی ہے کہ روزہ رکھنے سے پیداوار کم ہو جاتی ہے اور ملکی ترقی اور پیش رفت میں رکاوٹ پڑتی ہے۔

۵۔ **قرآن اور رسول اکرمؐ پر الزامات و اتہامات:** سابق صدر حبیب بورقیبہ نے قرآن پر الزام لگایا کہ اس میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اس نے (معاذ اللہ) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بھی بیہودہ سرائی کا نشانہ بنایا (ان کے بے ہودہ الزامات نقل کرنا بھی آپؐ کی شان مبارک میں توہین ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تیونس سے شائع ہونے والا اخبار صحیفۃ الصباح مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۷۴ء ملاحظہ کریں)۔

۶۔ **شریعت اسلامی پر نقص کا الزام:** سابق صدر بورقیبہ نے اپنے ایک خطاب میں عورت و مرد کی مساوات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہم عورتوں کی ترقی میں حائل سب رکاوٹوں کو دور کریں گے اور ہر سطح